Regd. No. A. 9??
Telephone No. 7?
Telegram "ANJUMAN"

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۶ | علی گڑھ - یکم اگست ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲۹

Library

ادب میں عقلیت پسندی

پریم چند کے تصورات میں

قمر رئیس

ادب اور زندگی میں عقل و جذبہ اور جنون و حکمت کی بحث آج بھی کچھ ایسی پرانی نہیں ہے۔ اس سوال کی صورتیں بدلتی رہی ہیں لیکن ان کی تہ میں اصل مسئلہ یہی رہا کہ ادب اور اس کی تخلیق کی راہیں عقل و خرد یا حکیمانہ شعور سے متعین ہونا چاہئے یا جذبات، احساسات اور جنون و عشق سے۔ اقبال عقل کی تشکیک اور اندیشہ ہائے دور دراز سے ہمیشہ خوفزدہ رہے ہیں اور اس کے مقابلے میں انھوں نے بے محابا عشق یا جذب و نظر کے گیت گائے ہیں

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

لیکن اس کے باوجود وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ

اور یہی حکیمانہ نظر جو خرد کا عطیہ ہے، اقبال کی شاعرانہ عظمت کا اصل راز ہے۔ اس کے برخلاف ان کے استاد داغ دہلوی کی شاعری سراپا جذبات کی نقش سامانیوں میں اسیر نظر آتی ہے جس کی طرف خود اقبال نے مرثیہ داغ میں اشارہ کیا ہے۔

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون

واقعہ یہ ہے کہ اقبال اگر کسی اردو شاعر کے فن سے بہرہ مند ہوئے ہیں تو وہ غالب ہیں نہ کہ داغ۔ غالب کی شاعری میں جذبہ کے متوازن اہتمام کے ساتھ ہی تشکیک اور تحلیل کا جو احساس اور فکر و نظر کی جو دوری ہے۔ اقبال نے اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ غالب اور اقبال کے بعد اردو میں ایسے شاعر کم ہی ہیں جنھوں نے عقل و جذبہ کے توازن اور امتزاج سے فن کے پردوں کو روشن کرنے کی کوشش کی ہو بلکہ اس اعتبار سے اردو شعر و ادب کے سرمایہ کو واضح طور پر دو دبستانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک میں جذب و جنون اور احساس و تاثر کا غلبہ ہے اور دوسرے پر عقل و شعور اور حکمت و دانش کی حکومت ہے۔ مثال کے طور پر اردو افسانہ ہی پر نظر ڈالئے ایک طرف سجاد حیدر یلدرم، مجنوں گورکھپوری اور نیاز فتح پوری کے افسانے ہیں جن کی تحریک اور تعمیر جذبہ اور شدید جذبہ کی رہین منت ہے۔ اور دوسری طرف ڈاکٹر نذیر احمد، پریم چند، سدرشن اور علی عباس حسینی کی کہانیوں کا جائزہ لیجئے۔ تو ایک اور ہی عالم نظر آنے لگا۔ یہاں عشق کا دامن پکڑ کر ہم کسی تخیلی یا رومانوی فضا میں پرواز نہیں کر سکتے بلکہ عقل و شعور کی رہنمائی میں زندگی کے ٹھوس اور کبھی کبھی تلخ اور خشک حقائق سے دوچار ہوتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عقل جذبہ کی طرح معصوم نہیں ہوتی بلکہ اقبال کے الفاظ میں عیار ہوتی ہے اور وہ بہ اس کی رہبری پر [illegible] ریب و شک اور [illegible] اعتماد نہیں کر سکتا۔ انسان نے اس آئینہ میں ہمیشہ اپنی [illegible] اور [illegible] کا جواز بھی تلاش کیا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار بھی مشکل ہے کہ اسی عقل کے سہارے انسان کو اپنے وجود اور ذاتی [illegible] کا عرفان حاصل ہوا ہے۔ اسی نے اس کی رہنمائی میں تسخیر قدرت کی [illegible] ایجادات [illegible] اور تہذیبی، علمی اور مادی معاشرتی ترقی کی اس منزل تک پہنچی ہے۔ ارتقا کے ان کٹھن مرحلوں میں جذب و جنون کی کارفرمائی بھی رہی ہے اور وہ اس حد تک کہ اس نے بڑی سے بڑی آفت اور آزمائش میں بھی انسان کی رگوں میں عمل اور استقامت کی روح بیدار رکھی اور اسے زندگی کرنے کے حوصلے دیتا رہا۔

ادب کا مقصد خواہ حسن و صداقت کی تلاش ہو خواہ تزکیۂ نفس یا تعمیر و تنقید حیات، اس سوال سے انحراف ممکن نہیں کہ اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہوگا؟ کیا صرف جذبہ کی معصومیت تاثر کی شدت اور احساس کی نزاکت فنکار کو تخلیق کے فرائض سے عہدہ برآ کر سکتی ہے؟ اور کیا وہ اپنے تجربات کو عقل و ادراک کی روشنی میں دیکھے بغیر ان کی نوعیت اور صحت پر سوچے سمجھے بنا اعتماد اور کامیابی کے ساتھ فنی تکمیل کے لباس میں پیش کر سکتا ہے؟

ذیل کے مضمون میں پریم چند نے اپنے سیدھے سادے اسلوب اور انداز میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اور جیسا کہ آپ دیکھیں گے اس مختصر سے جائزہ میں انھوں نے کسی فلسفیانہ سطح پر گہرائی کے ساتھ نہیں سوچا ہے بلکہ موضوع کے عملی اور سماجی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر بحث کی ہے اور ہماری روز مرہ کی زندگی سے مثالیں پیش کی ہیں۔ آج ہمیں ان کی بہت سی باتوں سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس کے مطالعہ سے کم از کم اتنا علم تو ہو ہی جاتا ہے کہ اب سے بیس پچیس سال قبل ہمارے ادیب ان موضوعات پر کس انداز سے سوچتے تھے اور پریم چند نے جس نقطۂ نظر سے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے اس کا عکس ان کی تخلیقات میں کس حد تک ملتا ہے؟

ترجمہ

جب قدم قدم پر ہمیں عقل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور عقل کو طاق پر رکھ کر ہم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے تو ادب اس سے کیونکر گریز کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم زندگی کے ہر مسئلے کو عقل ہی کی عینک لگا کر دیکھیں تو زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔ جذبات کو سیدھے راستے پر رکھنے کے لئے عقل کا سہارا ناگزیر ہے۔ ورنہ آدمی بڑی مشکلات میں گرفتار ہو جائے۔ اسی طرح عقل پر دل کی پاسبانی بھی ضروری ہے۔ ورنہ آدمی راکشس ہو سکتا ہے۔ عقلیت ہر ایک چیز کو افادیت کی کسوٹی پر پرکھتی ہے یہ درست ہے۔ اگر زندگی میں ادب کا کوئی مقصد نہ ہو تو وہ ایک بیکار اور بے مصرف چیز ہے اور وہ مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ زندگی کو زیادہ خوشحال اور کامیاب بنائے۔ زندگی کے مسائل کو سلجھانے میں مدد دے یا جنید رجی کے الفاظ میں زندگی اور فطرت میں ہم آہنگی پیدا کرے۔ محض جذب و جنون یہ ہم آہنگی پیدا نہیں کر سکتے اور نہ عقل ہی تنہا اس کی قدرت رکھتی ہے۔ دونوں کے امتزاج ہی سے اس ہم آہنگی کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ سچ پوچھئے تو فن و ادب میں عقل و ادراک کی گنجائش ہی نہیں ادب کا تعلق انسانی جذبات سے ہے۔ عقلیت کی یہاں اتنی ہی ضرورت ہے کہ جذبہ بے لگام ہو کر دوڑنے نہ پائے۔ رہبانیت یاسیت اور قنوطیت یہ سب زندگی کی توانائی کو کم کرنے والی چیزیں ہیں ادب میں ان کا راہ پا جانا زندگی کے لئے سخت مضر ہے۔ اسی طرح عقلیت اور افادیت کا زاویۂ نظر بھی زندگی کو کمزور بنا سکتا ہے اگر اسے آزاد اور بے لگام چھوڑ دیا گیا۔ بجلی کی ہمیں اتنی ہی ضرورت ہے کہ مشین چلتی رہے اگر برقی رو زیادہ تیزی کے ساتھ آگئی تو نقصان دہ ہو جائے گی۔ دال میں گھی ضروری چیز ہے ایک چمچہ اور پڑ جائے تو اور بھی اچھا! لیکن صرف گھی پی کر تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے (یہاں یہ انکشاف شاید دلچسپ ہو کہ محترمہ شورانی دیوی کے قول کے مطابق پریم چند کو دال میں گھی بیحد مرغوب تھا اگر کبھی اتفاق سے گھی نہ ملتا تو وہ کھانے ہی سے انکار کر دیتے تھے)

اچاریہ برنارڈ شا بھی تو اپنے ناٹکوں میں عقلیت کو طنز و مزاح کی چاشنی میں پیش کرتے ہیں۔ وہ زبان سے عقل پرستی کا خواہ کیسا ہی نعرہ لگائیں لیکن جذبہ ان کے پور پور میں بھرا ہوا ہے۔ ورنہ وہ کیوں دوسروں کے لئے اس کا رپے سوار ہوتے؟ کیوں معمولی بے بی آسٹن سے کام نہیں چل سکتا۔ ان کی عقلیت پسندی پر مسٹر شا کا سایہ نہ ہوتا تو آج شاید وہ پاگل خانے کی ہوا کھاتے ہوتے۔ انسان نہ صرف عقل کا پتلا ہے اور نہ محض جذبات کا پیکر بلکہ اس کے یہاں ان دونوں کا موزوں امتزاج ہے اس لئے ادب کو بھی ان دونوں کی آویزش اور اعتدال کا مظہر ہونا چاہئے۔ عقل تو کہے گی کہ جذبات اور کیفیات فضول سی چیزیں ہیں۔ وصل اور ہجر، محبت اور نفرت، ہمدردی اور دردمندی یہ سب اس کی نظر میں ہیچ ہیں وہ تو صرف انصاف اور استدلال ہی کو زندگی کی اصل حقیقت سمجھتی ہے۔ اس کا سہارا لے کر ہماری انسانیت ایسی نحیف و نزار ہو جائے گی کہ ہوا سے اڑ جائے ایک مثال لیجئے۔

ایک عورت کو کچھ غنڈوں نے گھیر لیا ہے اس وقت ایک مسافر ادھر سے آنکلتا ہے۔ اس کے جذبات بیدار ہو کر کہتے ہیں — بھگا دو ان غنڈوں کو اور اس دیوی کو ان کے چنگل سے نجات دلاؤ۔ لیکن عقل مانع آئے گی — میں اکیلا ان پانچ آدمیوں کا کیا سامنا کروں گا۔ فضول میں میری جان بھی جائے گی۔ یہ غنڈے عورت کو جان سے تھوڑی ماریں گے لیکن میرا تو خون ہی پی جائیں گے۔ یہاں جذبات کا تقاضا ہی انسانیت ہے اور عقل کی سفارش بزدلی اور کمزوری۔ اگر پیار اور محبت کے جذبات کو علیحدہ کر کے دیکھئے تو انسان کے اندر صرف توسیع نسل کی خواہش باقی رہ جاتی ہے لیکن شاید بابا آدم نے بھی

بقیہ ص ۱۲ پر

ہماری زبان

یکم اگست ۱۹۵۷ء

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

(۱)

۳۔۴۔ جولائی کو جو اردو کانفرنس علی گڑھ میں ہوئی اس کی خصوصیات حسب ذیل تھیں:۔

(۱) یہ ایک کاروباری اور سنجیدہ اجتماع تھا جس میں ملک کے ہر صوبے سے نمائندے آئے تھے۔

(۲) بحث میں صرف چند افراد نے نہیں بلکہ نمائندوں کی بڑی تعداد نے حصہ لیا۔

(۳) اجلاس میں بیشتر اہم مسائل زیر بحث آئے اور ان کے متعلق قابل قدر فیصلے ہوئے۔

(۴) نمائندوں میں انجمن کے ممبر شاخوں کے نمائندے، ادیب، شاعر صحافی، ناشر بھی شامل تھے۔

(۵) انجمن کے علمی و ادبی، لسانی اور تعلیمی تینوں شعبوں پر تنقید ہوئی اور مناسب تجاویز منظور ہوئیں۔

(۶) جو لوگ یہاں سے گئے وہ کوئی سستا نشہ یا سطحی جوش لے کر نہیں بلکہ ایک عزم اور حوصلہ اور شعور لے کر۔

(۷) شاخوں کے کارکنوں سے تبادلہ خیالات کے ذریعے مرکز کو اپنی کوتاہیوں کا علم ہوا اور شاخوں کو اپنی خامیوں کا۔

(۸) کچھ دیر کے لئے ادیب، شاعر، کارکن، صحافی اور ناشر مل کر بیٹھے اور اس طرح ذہنی طور پر ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔

(۹) چونکہ دعوت نامے محدود تعداد میں بھیجے گئے تھے اس لئے شرکا کی تعداد موسم کی سختی اور بیماری کو دیکھتے ہوئے نہ صرف قابل اطمینان بلکہ حوصلہ افزا تھی۔

یہ باتیں نہ تو اتنی شاندار اور عظیم الشان ہیں کہ ہم پھولے نہ سمائیں اور کانفرنس کی کامیابی کو ایک فتح مبین سمجھ کر خاموش بیٹھ جائیں اور نہ اتنی گئی گزری ہیں کہ ان کا تذکرہ بھی نہ کیا جائے اور ان کی اہمیت کو سرے سے نظرانداز کر دیا جائے۔ ہماری قوم انتہا پسند ہے۔ اس کی سمجھ میں اعتدال اور توازن نہیں آتا۔ وہ کسی سے خوش ہوتی ہے تو اسے آسمان پر بٹھا دیتی ہے اور ایسے ایسے فضائل اس سے منسوب کر دیتی ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں اور جب خفا ہوتی ہے تو پھر اُسے کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ اسے خلوص میں میل، شعور میں کمزوری، دلائل میں خشکی، سنجیدگی کی تلقین میں وعظ، پند نظر آتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتی ہے کہ دیو پیکر آدمیوں کا دور ختم ہو گیا۔ انجمن کے جو کارکن ہیں وہ معمولی آدمی ہیں، وہ خلوص سے اپنے شعور کے مطابق، اردو کی خدمت کر رہے ہیں۔ وہ حالات زمانہ کا، ملک کی سیاست کا، ارباب اقتدار کے مزاج کا، قوم کی کیفیت ذہنی کا احساس رکھتے ہیں۔ مرکز سے لے کر شاخوں تک انجمن کے بیشتر کارکن اعزازی ہیں۔ ظاہر ہے کہ انجمن کے وسائل ابھی اتنے نہیں کہ وہ پورے وقت کے لئے کارکن فراہم کر سکے۔ وسائل بڑھیں گے تو یہی ہوگا اور اس کی طرف پوری توجہ ہو رہی ہے۔ اعزازی کارکنوں پر صرف اخلاقی دباؤ ہوتا ہے اور ہمارا ایمان یہ ہے کہ یہ دباؤ مناسب فضا میں اور صحیح طریقہ کار میں سب سے زیادہ موثر اور کارگر ہوتا ہے۔ ہاں اگر بدظنی، بے اعتمادی، تنگ نظری، خود ستائی، اور خود پرستی عام ہو تو یہی سب سے زیادہ ناقص کار بھی ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی قوم پر اعتماد ہے۔ وہ اب بیدار ہو رہی ہے اور کھوٹے کھرے میں فرق کرنے لگی ہے۔ جو اچھے ہیں وہ ابھی زیادہ موثر نہیں ہیں، جو برے ہیں، وہ اس وجہ سے برے ہیں کہ وہ اردو کی تحریک کو صرف تحریک کے مفاد کے معیار سے نہیں اپنے ذاتی یا سیاسی معیار سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً ہم نے بارہا اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انجمن کسی سیاسی جماعت کی پالیسی کی پابند نہیں ہے اور اس کو ایک قومی اور ادبی اور تہذیبی جماعت کی حیثیت سے ہر سیاسی پارٹی کے معقول لوگوں کی تائید حاصل ہے۔ مگر کچھ لوگ اس پر مصر ہیں کہ چونکہ انجمن کو حکومت ہند سے امداد ملتی ہے۔ اس لئے وہ اردو کی تحریک کے سلسلے میں کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتی اور چونکہ انجمن کے بعض ممتاز ممبر کانگریسی ہیں اس لئے وہ حکومت کی پالیسی کے خلاف چوں بھی نہیں کر سکتی۔ حالانکہ اسی نیم سرکاری انجمن نے دستخطوں کی تحریک چلائی ہے، اردو کے اسکول کھولے ہیں، حکومت کو اس کی غلطیوں پر ٹوکا ہے، عوام کی رہنمائی کی ہے۔ ملک میں اردو کے مقام اور منصب کو واضح کیا ہے۔ اور اس سے بہت زیادہ کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے لیکن وہ زہر میں بجھے ہوئے شذرات اور آتشیں مقالات لکھ کر لوگوں کو مشتعل نہیں کرنا چاہتی۔ ان کے جوش میں ہوش پیدا کرنا اور ان کے ارادوں کو استقلال سکھانا چاہتی ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ چند اخباروں میں طنزیہ مضمون لکھ کر اور سیاسی اختلافات کی بنا پر انجمن کے کارکنوں کے خلاف دل کی بھڑاس نکال کر اردو کی بڑی خدمت کر رہے ہیں انھیں یہ شغل مبارک ہو۔ آخر ہمارا ملک آزاد ہے اور تحریر و تقریر پر کسی قسم کی پابندی ہمیں گوارا نہیں ہے لیکن اتنا عرض کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حکومت سے کچھ منوانے کے لئے، پہلے اپنے میں طاقت پیدا کیجئے۔ سب سے بڑی طاقت اخلاقی ہوتی ہے۔ یہ طاقت عقیدے کی پختگی، کردار کی صداقت اور سیرت کی استواری سے آتی ہے۔ اس کے بعد مادی وسائل کی طاقت ہوتی ہے۔ اس

کے عہد تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر علمی شعور کی رہنمائی کا سوال آتا ہے۔ اردو کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے وطن میں اور اس کے مستقبل میں اتحاد، امن، اٹوٹ اعتماد کی ضرورت ہے اس بات کو صرف زبان سے کہنے کی نہیں دل میں جاگزیں کرنے، رگ رگ میں سرایت کرنے، شخصیت کا جوہر بنانے کی ضرورت ہے کہ ہندوستان کی روح انصاف کی خوگر ہے اسے بہکایا جا سکتا ہے مسخ نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ اپنے وطن پر یہ اعتماد نہیں رکھتے وہ اردو کی مہم کو کبھی کامیاب نہیں بنا سکتے ان کے ذہنی وسوسے شبہے، شکوک دوسروں کو برابر مسموم کرتے رہیں گے۔ ان کے دلوں کی گرہیں اس قومی مسئلے میں برابر پیچ ڈالتی رہیں گی۔ پھر جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت ہمارے مطالبات مان لے تو بیڑا پار ہے اور حکومت سے کچھ منوانے کے لئے تھوڑے سے ہنگامے کی ضرورت ہے۔ بس اس ہنگامے کے لئے کچھ لوگوں کو ستیہ گرہ پر آمادہ کر لیا جائے۔ دو چار آدمی مرنے مارنے کی ٹھان لیں کچھ جیل بھر دئے جائیں تو حکومت دب جائے گی اور ہماری فتح ہو جائے گی، وہ خلوص ممکن ہے رکھتے ہوں مگر شعور سے عاری ہیں۔ جمہوری حکومت میں اکثریت کی مرضی کو بہت کچھ دخل ہوتا ہے۔ سچی جمہوریت میں اقلیت کی پاسداری بھی ہوتی ہے۔ مگر ابھی ہم سچی جمہوریت کی منزل تک نہیں پہنچے۔ اکثریت میں سب متعصب نہیں ہوتے۔ ان میں بہت سے اقلیت کی ہمنوائی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں بشرطیکہ انھیں ہمارے مطالبات کا قومی پہلو نظر آ جائے۔ اردو کی ترقی کا کام ہمارا کام ہے اور ہمیں کرنا ہے حکومت کو تو اس کا فرض اس لئے یاد دلاتے رہنا ہے کہ وہ قومی حکومت ہونے کا دعوی کرتی ہے اور قومی مسائل کو نظر انداز کرتی ہے اگر ہم اپنا کام خود کریں گے اپنا علمی اور ادبی سرمایہ اور عام کریں گے، اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔ اپنی تنظیم مضبوط کریں گے اپنی تحریک کا قومی رخ واضح کر سکیں گے تو یہی اکثریت اور حکومت ہمارے مطالبات خود تسلیم کرے گی اور نہ کرے گی تو ہم یا تو تسلیم کرا سکیں گے یا اس سے بے نیاز ہوں گے۔

(باقی آئندہ)

اردو دنیا

پارلیمنٹ میں اردو کی حمایت

پارلیمنٹ میں تعلیم کے لئے مطالبات زر کی بحث کے سلسلے میں ڈاکٹر سوشیلا نائر (کانگرس) نے کہا کہ ہندی تو ہماری قومی زبان ہے ہی اور اس کی ترقی کے لئے کارروائی ہو رہی ہے اردو ہمارے پڑوسی ملک کی اور ہماری پرانی زبان ہے اور ملک کے ایک بڑے حصے میں بولی جاتی ہے ہمیں اردو کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ اردو کے ساتھ دشمنی کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اردو کو نظر انداز کر کے ہم اپنے آپ کو ایک بڑے ورثے سے محروم کر لیں گے۔ یہ ایک بڑی دولت مند زبان ہے۔

کمیونسٹ ممبر مسٹر سرجو پانڈے (یو۔پی) نے کہا کہ اردو ہمارے ملک کی زبان ہے۔ اس مقبول زبان کی ترقی و بہبود کی طرف توجہ دینی چاہئے اور ضروری اقدامات کرنے چاہئیں۔

اسٹیشنوں پر اردو سائن بورڈ

ریلوے بورڈ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ریلوے سائن بورڈوں پر جو اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں انھیں ہندی کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی استعمال ہونا چاہئے۔ اس فیصلے کے مطابق جنوبی ریلوے اپنے علاقے کے سائن بورڈوں پر تامل، تیلگو، کناڈی، ملیالم زبانیں استعمال کرے گی۔ اسی طرح سنٹرل ریلوے اپنے علاقوں میں مرہٹی، مغربی ریلوے گجراتی، مشرقی ریلوے بنگالی اور شمالی ریلوے پنجابی اور اردو استعمال کرے گی۔

نیا اشاعت گھر

سوویت سائنس اکاڈمی کے مشرقی علوم کے انسٹی ٹیوٹ نے مشرقی ادب کی اشاعت کے لئے ایک نیا اشاعت گھر قائم کیا ہے اس اشاعت گھر سے نہ صرف روسی میں کتابیں شائع ہوں گی بلکہ مشرقی ملکوں کے ادب اور زبان کے مسائل کی طرف بھی توجہ دی جائے گی اور مشرقی ادب کی بہت سی قدیم کتابیں شائع ہوں گی جیسے "شاہ نامہ" اس کتاب میں فارسی اور روسی دونوں میں ساتھ ساتھ اشعار دئے جائیں گے۔

اردو رسم خط کا مطالبہ

"پیام وطن" دلی کی اطلاع ہے کہ بھوپال میں رہنے والے سندھیوں نے اپنے ایک جلسے میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ اردو زبانوں کی طرح سندھی زبان کو بھی اردو رسم خط*

---

* کے ساتھ تسلیم کیا جائے ڈاکٹر تلوانی، ڈاکٹر موتی، لکشمن داس کیسوان اور دولت رام صاحب نے تقریریں کیں بعد میں سندھی زبان میں ایک مشاعرہ بھی ہوا۔

اردو فلم کو انعام چیکوسلواکیہ میں کارلووی وادی کے بین الاقوامی فلمی میلہ میں ۴۰ ملکوں نے حصہ لیا اور تقریباً ستر فلمیں دکھائی گئیں ان میں ایک ہندوستانی فلم "رات کے سائے میں" کو پہلا انعام ملا۔

(بقیہ ص ۹ پر)

انجمن کی خبریں

سنگھ بھوم (جمشید پور)

۱۰ جولائی ۷۵ء کو ۷ بجے سہ پہر سے انجمن ترقی اردو (سنگھ بھوم) جمشید پور کی مجلس عاملہ کا ایک توسیعی جلسہ زیر صدارت جناب حبیب آروی، انجمن کے عارضی دفتر میں منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل امور زیر بحث آئے اور ان کے متعلق فیصلے کئے گئے۔

مائل صاحب کی دیگر مصروفیات کی بنا پر ان کی مجبوریوں سے اتفاق کرتے ہوئے ان کا استعفا منظور کر لیا گیا اور ان کی جگہ پر جوائنٹ سکریٹری جناب کیف پرتاب گڑھی کو جنرل سکریٹری اور جناب نجیب سوانوی کو جوائنٹ سکریٹری کی حیثیت سے منتخب کیا گیا

انجمن کے نئے دفتر کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے صدر سے درخواست کی گئی کہ وہ کریم مینشن اور ساکچی جامع مسجد کے کمروں میں سے کوئی کمرہ حاصل کرنے کے لئے گفتگو کریں اور آئندہ جلسہ میں اس کی رپورٹ پیش کریں۔

نشر و اشاعت کی غرض سے علاوہ دو مشاعرے منعقد کرنے اور ہر مشاعرہ کو کسی ہندستانی ادیب کے نام سے موسوم کرنے اور مشاعروں کے تمہیدی حصوں میں ان ادیبوں کی خدمات و سوانح حیات پر روشنی ڈالنے کے انتظامات کا فیصلہ کیا گیا۔ اس غرض کے لئے آئندہ ۷۵ء کے لئے یوم داغ، یوم میر درد، یوم ذوق یوم پریم چند، یوم شبلی اور یوم حالی بالترتیب منانے کا فیصلہ کیا گیا یوم پریم چند اور یوم حالی بڑے پیمانے پر منانے کا بھی فیصلہ کیا گیا اول الذکر کے سلسلے میں مقامی اردو اور ہندی کے اہم اداروں سے اشتراک و تعاون کی اپیل کی جائے گی۔

جناب گربچن سنگھ، نائب صدر انجمن نے یہ تجویز رکھی کہ ادارے کو طباعتی پروگرام کی طرف بھی دھیان دینا چاہئے، علاوہ ازیں کے بجدید نانے عظیم کی کو مرکز سے دریافت کیا جائے کہ اس سلسلے میں وہ ہماری کیا مدد کر سکتی ہیں۔

صدر انجمن جناب حبیب آروی نے اپنے نمائندے مرکز اور ریاستی انجمن کے جلسوں کی شرکت کے لئے بھیجنے کے سلسلے میں دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ تجویز رکھی کہ اس غرض کے لئے ہمیں فنڈ اکٹھا کرنا چاہئے جس کی تمام ممبران نے تائید کی۔

کیف پرتاب گڑھی

ریاستی شاخ پنجاب کا جلسہ

اخبار چھاؤنی میں ۲۷ جولائی کی شب کو انجمن ترقی اردو پنجاب کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت جناب اے جی ابیل ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل۔ ایل۔ بی انجمن منعقد ہوا جس میں سب سے پہلے انجمن ترقی اردو پنجاب کے جنرل سکریٹری ملک ادم پرکاش آنند نے انجمن ترقی اردو ہند کی کانفرنس منعقدہ علی گڑھ کی کارروائی پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ انجمن ترقی اردو ہند ہی ملک میں اردو زبان کے احیاء و ارتقا کے لئے ایماندارانہ کوشش کر رہی ہے اور انجمن کے فیصلوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ جس پر ملک ادم پرکاش نے ممبران سے درخواست کی کہ ان کو عملی جامہ پہنانے کی اشد ضرورت ہے اور ۲۵۔ اگست کو یوم اردو منانے کی تیاریوں کے لئے ایک سب کمیٹی بنادی گئی میٹنگ نے فیصلہ کیا کہ ایک وفد جلد از جلد وزیر تعلیم پنجاب کی خدمت میں حاضر ہو اور اردو زبان کے کیس کی وضاحت کی جائے۔ جس کے لئے انجمن کے جنرل سکریٹری نے وزیر تعلیم سے ملاقات کرنے کے لئے وقت مقرر کرنے کے لئے خط لکھ دیا ہے۔

اس کے علاوہ پروفیسر آر۔ ڈی ضیا صاحب نائب صدر انجمن نے فرمایا کہ ہمیں جلد از جلد تمام صوبہ میں اپنی شاخوں کی تشکیل مکمل کر لینی چاہئے تاکہ ہماری آرزو میں زیادہ اثر ہو

آخر میں جناب اے جی ابیل نے تمام ممبران کا شکریہ ادا کیا

آفس سکریٹری

انجم رومانی

غزل

تیرے حسن دو تو غم دنیا نے مٹا دی　　آ ہم نے گلے شکوے کی ہر رسم اٹھا دی

پھر اہل وفا مائل تجدید وفا ہیں　　کیا عشق نے ناکردہ گناہوں کی سزا دی

دل ڈوب چلا تھا مگر اے دوست شب غم　　اک بجھتی ہوئی شمع کی لو کس نے بڑھا دی

کیا دیکھ لیا ہے غم دنیا میں کہ دل نے　　جب تازہ مصیبت پڑی جینے کی دعا دی

آیا نہ کسی کام جو دن رات کا رونا

آخر کو محبت نے زمانے کو صدا دی

شہاب جعفری

بہار میں انجمن کی سرگرمیاں

مجلس عاملہ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کا ایک جلسہ ۲۱۔ جولائی ۵ بجے شام کو زیر صدارت پروفیسر حافظ شمس الدین صاحب انجمن اسلامیہ ہال میں منعقد ہوا۔ شرکا میں جناب عبدالقیوم انصاری صاحب پروفیسر حافظ شمس الدین صاحب مولوی ایوب صاحب ایڈوکیٹ۔ پروفیسر اختر اورینوی صاحب، حافظ منظور حسین صاحب شاہ مشتاق احمد صاحب عزیزہ نقی امام صاحبہ نقی امام صاحبہ غلام سرور ایڈیٹر سنگم اور جناب صدیقی وغیرہ تھے۔

جناب جناب صدیقی نے گزشتہ چند مہینوں کی انجمن ترقی اردو کی سرگرمیوں کی تفصیلی رپورٹ پیش کی نیز حالیہ علی گڑھ اردو کانفرنس کے متعلق اپنے تاثرات ودیگر تنظیمی مسائل سے متعلق حالات بیان کئے۔ اس موقع پر غلام سرور صاحب نے بھی علی گڑھ کے متعلق اپنے تاثرات پیش کئے۔ مجلس عاملہ کے ممبران نے چند اہم تجاویز کافی بحث وتمحیص کے بعد متفقہ طور پر منظور کیں جو حسب ذیل ہیں۔

طے پایا کہ ۲۵۔ اگست کو بہار کے گوشہ گوشہ میں یوم اردو منایا جائے۔ اس سلسلے میں تمام تعلیمی، ادبی، صحافی، ثقافتی اردو اداروں سے اپیل کی جائے کہ وہ ۲۵۔ اگست کو یوم اردو کے پروگرام کو کامیاب بنائیں۔ حسب ذیل اشخاص پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جو یوم اردو کے پروگرام کو ریاست بہار میں کامیاب بنانے کی صورتیں بروئے کار لائیں گے۔

(۱) پروفیسر حافظ شمس الدین صاحب، عبدالقیوم انصاری صاحب ایوب صاحب، ایڈوکیٹ، اختر اورینوی صاحب۔ شاہ مشتاق احمد صاحب۔ غلام سرور صاحب، عزیزہ نقی امام صاحبہ۔ جناب صدیقی (کنوینر)

(۲) طے پایا کہ وزیر تعلیم بہار، وائس چانسلر بہار یونیورسٹی و مسٹر کارپوریشن سے بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کا ایک وفد ملے اور تعلیمی اداروں میں اردو کی راہ میں جو دقتیں پیدا ہو رہی ہیں انہیں جلد دور کرائے۔

(۳) بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ تمام اردو دوستوں سے اپیل کرتی ہے کہ جامعہ اردو کی تحریک کو بہار میں کامیاب بنائیں اور پٹنہ میں قائم شدہ مرکز سے فائدہ اٹھائیں جامعہ اردو اپنے طریق تعلیم امتحانات کے ذریعے اردو کی ٹھوس خدمت کر رہی ہے اور ہر اردو دوست کو موقع ہے کہ اپنے مشاغل سے تھوڑا سا وقت بچا کر جامعہ اردو سے سند حاصل کر لیں۔

(۴) مجلس عاملہ کا یہ جلسہ بہار یونیورسٹی و پٹنہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے درخواست کرتا ہے کہ جس طرح مسلم یونیورسٹی اور دیگر یونیورسٹیوں نے جامعہ اردو کی سند کو منظوری دے کر اس کے سند یافتگان کو دیگر امتحانات کی سہولتیں دی ہیں۔ وہی سہولتیں وہ بھی دینا منظور کرے۔

اس سلسلے میں سکریٹری کو اختیار دیا گیا کہ دونوں یونیورسٹیوں کے ارباب حل وعقد سے خطاب کریں۔

طے پایا کہ نومبر میں بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی سالانہ تعلیمی کانفرنس منعقد کی جائے۔ کانفرنس کے انعقاد کی تیاریوں کے لئے پروفیسر حافظ شمس الدین صاحب پروفیسر اختر اورینوی صاحب عبدالقیوم انصاری صاحب۔ شاہ مشتاق احمد صاحب ایوب صاحب ایڈوکیٹ۔ غلام سرور صاحب ایڈیٹر سنگم۔ عزیزہ نقی امام صاحبہ جناب صدیقی (کنوینر) پر مشتمل ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ کمیٹی کو دیگر حضرات کی شمولیت کا حق دیا گیا۔ ۳۰۔ ستمبر تک ممبر سازی کی آخری تاریخ مقرر کی گئی۔

دہلی

۱۹۔ جولائی کی شام کو انجمن ترقی اردو شاخ دہلی کی انتظامیہ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی اس میں مرکزی انجمن کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق ۲۵۔ اگست کو یوم اردو منانے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی اور یہ طے کیا گیا کہ یہ کمیٹی اردو دوست حضرات مختلف سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں، یونیورسٹی اور کالجوں کے ذمہ داروں صاحبان سے ملکر یوم اردو کو کامیاب بنانے کے لئے تعاون کرنے کی درخواست کرے۔ اس کمیٹی کی آئندہ میٹنگ ۲۴۔ جولائی کی شام کو ۵ بجے ہوگی اور اردو دوستوں کا ایک عام جلسہ اسی دن ۶ بجے شام کو ہوگا۔ تاکہ سب ملکر اردو تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے غور کریں اس سب کمیٹی میں جو اصحاب شامل ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب۔ لالہ شیام ناتھ صاحب۔ حاجرہ بیگم صاحبہ پرکاش پنڈت صاحب۔ ساحر ہوشیارپوری صاحب۔ حافظ علی بہادر خاں رہبر مولانا عبدالباقی صاحب۔ خوشتر گرامی صاحب معز الدین احمد صاحب۔ گلزار دہلوی صاحب۔ گنیہ کشور ماتھر۔

انجمن کا وفد جے پور کو

اردو کانفرنس علی گڑھ میں راجستھان میں اردو کے مسئلے پر ریاستی حکومت سے گفتگو کے لئے ایک تجویز منظور ہوئی تھی اس سلسلے میں جنرل سکریٹری کی خط وکتابت کے بعد چیف منسٹر سے ملاقات کی تاریخ ۴۔ اگست مقرر ہوئی ہے

اس وفد میں مولانا حفظ الرحمٰن۔ ڈاکٹر عبدالعلیم، پروفیسر آل احمد سرور جنرل سکریٹری انجمن اور صدر ریاستی شاخ الطاف احمد صاحب خیری اور سکریٹری ریاستی شاخ احترام الدین صاحب شاغل شامل ہیں۔

مقدمہ شعر و شاعری پر

اودھ پنچ کی تنقید

محمد بشیر الحق دسنوی عظیم آباد

دیوان حالی کے ساتھ مقدمہ شعر و شاعری کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اور مقدمہ پر اودھ پنچ لکھنؤ کی تنقید ۱۸۹۴ء میں نکلنا شروع ہوئی تھی۔ یوں تو دیوان حالی اور مقدمہ شعر و شاعری کے معلوم نہیں اس وقت تک کتنے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ مگر میرا روئے سخن مقدمہ شعر و شاعری کے اس ایڈیشن کی طرف ہے جو ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے لاہور سے ۱۹۵۳ء میں اپنے حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے اس ایڈیشن کے صفحہ ۱۹ پر ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں کہ:-

"مقدمے اور دیوان کی اشاعت پر بڑا شور ہوا۔ لکھنؤ والے اپنے شاعروں کی بے حرمتی پر نالاں تھے۔ اس شور و غل میں تین صدائیں خاصی اونچی اٹھیں۔ اودھ پنچ منشی سجاد حسین نے وہ اودھم مچایا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب حالی ہمیشہ کے لئے دب جائیں گے۔ لیکن زمانے کا ہاتھ منشی جی سے زیادہ طاقت ور نکلا۔ دوسرے حضرت احمد علی شوق قدوائی تھے جن کی ایڈیٹری میں اخبار آزاد نکلتا تھا۔ انھوں نے بھی خاصہ ہنگامہ کیا۔ تیسرے حضرت (محمد علی گڑھ کے تعلیم یافتہ) حسرت موہانی تھے جنھوں نے اردوئے معلیٰ میں آسمان سر پر اٹھا لیا آزاد۔ اودھ پنچ اور اردوئے معلیٰ کے قائل فنا ہو چکے ہیں۔ ڈفالی جنالی۔ اور حالی کے نام بھی دنیا بھولتی جاتی ہے۔ یادگار کے طور پر یہی دو شعر رہ گئے ہیں:-

اکبر ہمارے حملوں سے حالی کا حال ہے
میدان پانی پت کی طرح پائمال ہے
سید کی بات حضرت حالی سے پوچھئے
بدھو میاں کی بات ڈفالی سے پوچھئے

تین سال تک فضا میں یہی آوازیں گونجتی رہیں۔

اخبار آزاد اور اردوئے معلیٰ کی تنقیدوں سے تو میں واقف نہیں اس لئے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ اودھ پنچ کے فائل فنا نہیں ہوئے ہیں۔ راجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ اور وہیں سے ایڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین نے اپنے اکبر نمبر کے لئے حضرت اکبر الہ آبادی کی نثر کے نمونے حاصل کر کے شائع کئے تھے۔

۱۹۲۱ء میں اودھ پنچ مرحوم کے پندرہ سولہ متفرق تاریخوں کے پرانے پرچے مجھے ایک کتب فروش کے ہاں پٹنہ سٹی میں مل گئے تھے وہ اس وقت الاصلاح لائبریری میں محفوظ ہیں۔ انھیں پرچوں میں ۱۸۹۴ء کے بھی چار نمبر ہیں جن میں سے تین نمبروں میں مقدمہ کی تنقیدوں کے کچھ حصے پائے جاتے ہیں۔ اگر قریشی صاحب اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے لئے اس کی نقل چاہیں گے تو میں بھیج دوں گا۔

سر سید کا انتقال ۱۸۹۸ء کے مارچ میں ہوا تھا اور سر سید کی لائف "حیات جاوید" مصنفہ مولانا حالی سر سید کی وفات کے چار پانچ سال بعد شائع ہوئی تھی۔ قریشی صاحب نے جو مندرجہ ذیل غلط شعر اودھ پنچ وغیرہ کی تنقید کے وقت کا لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

سید کی بات حضرت حالی سے پوچھئے
بدھو میاں کی بات ڈفالی سے پوچھئے

اصل میں یہ شعر یوں ہے

بالے میاں کا حال ڈفالی سے پوچھئے
سید کی سرگزشت کو حالی سے پوچھئے

اور اس کا قصہ یہ ہے کہ لکھنؤ سے طرحی اور غیر طرحی غزلوں کا ایک گلدستہ پیام یار کے نام سے منشی نثار حسین صاحب نکالتے تھے۔ اسی گلدستے میں کسی مسخرے شاعر نے یہ

بالے میاں کا حال ڈفالی سے پوچھئے

پر گرہ لگانے کے لئے دیا تھا اور ایک روپیہ انعام رکھا تھا اور ایک من چلے شاعر نے دوسرا مصرعہ یوں لگایا تھا۔

سید کی سرگزشت کو حالی سے پوچھئے

اور انعام کا مستحق ہوا تھا۔ یہ واقعہ حیات جاوید کی اشاعت کے بعد کا ہے۔ اور اس کو آزاد۔ اودھ پنچ اور اردوئے معلیٰ کی تنقیدوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

انجمن کی چند ادبی کتابیں

۱۔	پرچھائیں	آصف علی	قیمت	۴/- روپے
۲۔	انتخاب کلام میر	مولوی عبدالحق	"	۲/۸ "
۳۔	انتخاب جدید	آل احمد سرور	"	۳/- "
۴۔	حیات اجمل	قاضی عبدالغفار	"	۹/- "
۵۔	حیات سر سید	نوازش حسن	"	۳/- "
۶۔	ترقی پسند ادب	سردار جعفری	"	۳/۱۲ "
۷۔	یادگار حالی	صالحہ عابد حسین	"	۴/۴ "
۸۔	میر تقی میر	خواجہ احمد فاروقی	"	۱۲/- "
۹۔	نقد غالب	مختار الدین آرزو	"	۱۶/- "
۱۰۔	احوال غالب	"	"	۹/- "

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

مجید لاہوری

انفلوئنزا کے ہاتھوں اب کے دو قابلِ قدر دوست اٹھ گئے مجید لاہوری ـــــ اور ـــــ آغا محمد طاہر (مولانا محمد حسین آزاد کے نواسے)

مجید باغ و بہار تھے ـ سراپا قہقہہ ـ سراپا بذلہ ـ جس بزم میں جاتے خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے ـ ان کی محفلیں لالہ زار ہوتیں ـ ان کی طبیعت نے اکتانا سیکھا ہی نہیں تھا ـ بس ہنستے اور ہنستے ہی چلے جاتے ـ وہ کراچی کے عوام پر چھائے ہوئے تھے

انھوں نے زندگی کا آغاز مشکلات کی گود میں کیا تھا ـ آبائی شہر گوجرانوالہ تھا ـ لیکن اپنے آپ کو لاہوری لکھتے تھے ـ غالباً ان کے اسلاف لاہور سے گوجرانوالہ چلے آئے تھے ـ آزادی سے پہلے کراچی ہی میں اخبار نویسی کا آغاز کیا ـ اس زمانے میں غالباً کسی ہفتہ وار اخبار کے مدیر تھے ـ پھر لاہور آ گئے ـ یہاں مولانا سالک سے تلمذ اختیار کیا ـ راقم الحروف کے ساتھ "آزاد" اخبار میں "مدیر فکاہات" ہو گئے ـ لیکن طبیعت میں اضطراب تھا ـ چند دنوں بعد ماحول کی مغائرت کے باعث الگ ہو گئے ـ قیامِ پاکستان کے بعد ان کا ستارہ عروج پر آ گیا ـ انھوں نے جنگ" اخبار کی دھاک بٹھائی اور جنگ انھیں عوام میں لے گیا ـ کراچی کے رکشا والوں سے لے کر سیٹھ یوسف جی ہارون جی ان سے یکساں محبت کرتے اور ان کی باتوں سے یکساں لطف لیتے تھے ـ تمام مرکزی افسروں سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے ـ لیکن عمر بھر کسی سے فائدہ حاصل نہ کیا ـ وہ اس قابل ہی نہ تھے لیاقت علی مرحوم سے لے کر اب تک جتنی مرکزی وزارتیں بنیں تقریباً سب وزراء سے ان کے بے تکلفانہ تعلقات رہے ـ وہ خود ہی بے تکلفی کے تعلقات پیدا کر لیتے ـ ان کی چلبلی میں خوف کا شائبہ تک نہ تھا ـ بس قہقہوں ہی قہقہوں میں سب کو اڑاتے جاتے ـ ہنسی کا گول گپا نظر آتے ـ

لاہور تشریف لاتے تو اپنے پیر و مرشد سالک صاحب کے آستانے پر حاضری دے کر دفترِ چٹان میں بھی قدم رنجہ فرماتے یہاں ان کے بے تکلف دوستوں کا ایک ہجوم تھا ـ لیکن سب سے زیادہ لگاؤ دوستانہ بے تکلفی انھیں رشید اختر ندوی سے تھا ـ جو ان کے قہقہوں ـ پھبتیوں ـ طنزوں اور چرکوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ـ اور ہمیشہ اپنا مہمان ٹھہراتے تھے ـــــ خواجہ شہاب الدین ان کے اس شعر سے بہت محظوظ ہوتے تھے ؎

ہم نے بی ـ اے کیا کلرک بنے
جاہل پاس تھے وزیر بنے

ان کے مزاج میں جو شوخیت اور عوامیت پائی جاتی ہے وہ

باقی ص ۱۲

آغا محمد طاہر

ادھر دہلی میں آغا محمد طاہر انفلوئنزا کی زد میں آ گئے ۲۴ جون کو انھوں نے بھی دوستوں کا ساتھ چھوڑ دیا ـ گویا موت بہانہ ہو گئی مرحوم مولانا محمد حسین آزاد کے نواسے تھے ـ سال میں دو تین دفعہ پاکستان ضرور آتے ـ جناب سید جمیل حسین رضوی ان کے بہنوئی ہیں ـ انہی کے ہاں ٹھہرتے ـ جتنا عرصہ یہاں قیام ہوتا دوستوں سے ملتے جاتے ـ دن بھر خوش گپیاں ہوتیں ـ قہقہے چلتے ـ زبان کترنی کی طرح چلتی تھی ـ اتنی منجھی ہوئی اردو بولتے کہ فقرے کیا نگینے جڑے ہوتے ـ ان کے نستعلیق لہجے سے مرحوم دہلی یاد آ جاتی وہ اپنے خصائص کے اعتبار سے ایک ادارہ تھے ـ نصف سے زائد زندگی لاہور میں بسر کی ـ انھیں دہلی سے زیادہ لاہور عزیز تھا لیکن اپنے دوسرے عزیزوں کے برخلاف دہلی ہی میں قیام کیا ـ سیاست سے برائے نام دلچسپی بھی نہ تھی ـ یعنی عملاً کسی جماعت سے کبھی وابستہ نہ رہے ـ آزاد تھے ـ مولانا ابوالکلام آزاد سے انتہائی عقیدت رکھتے ـ جب کبھی لاہور تشریف لاتے ایک ایک دوست کے ہاں جاتے اکثر دہلی کے احوال و وقائع پر سرد آہ کھینچ کر تبصرہ فرماتے یا پھر قہقہوں ہی قہقہوں میں کوئی سرگزشت چھیڑ دیتے ـ

"میاں ! ہم تو جیتے جی دو دفعہ اجڑے ہیں ـ پہلی دفعہ ۱۸۵۷ء میں جب غدر کا ہنگامہ برپا ہوا اور پردادا (مولوی محمد باقر) پھانسی پا گئے ـ دوسری دفعہ ۱۹۴۷ء میں کہ تمام خاندان تتر بتر ہو گیا ـ بھائی لندن میں ، بہن لاہور میں بیٹا کراچی میں اور یہ عاجز دہلی میں

فقیرانہ آئے صدا کر چلے"

گورا رنگ ـ عمر تقریباً ۶۰ برس ، آخری دنوں میں چہرے پر جھریاں ابھر آئی تھیں ـ جیسے کسی مستحکم عمارت میں کانٹ چھانٹ کی گئی ہو ـ ستواں ناک ـ چھریرا بدن ـ اب کسی قدر فربہی کے آثار پیدا ہو گئے تھے ـ کھلا ماتھا ، متحرک آنکھیں ، گلے میں کرتا ، نیچا کھلی موری کا سفید پاجامہ پہنتے ـ پہناوا کھدر ہی تھا ـ سر پہ سفید ٹوپی رکھتے ـ چھڑی گھماتے ـ آہستہ خرام بلکہ مخرام ـ طبیعت لہراتی تو آبِ جو کی طرح چوکڑی بھرتے زبان میں کوئی پیچ اور کوئی خم نہ تھا ـ بے عیب اردو بولتے ـ دہلی کے محاوروں کا خزینہ تھے ـ کافی ہاؤس میں بڑے بڑے بذلہ سنج دوستوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ـ اس سن و سال میں بھی چہرہ خوش اور آواز خوش کے دلدادہ تھے ـ

ان کے اٹھ جانے سے دوستوں کی ایک یادگار گئی ـ ایک لالہ زار ویران ہو گیا ـ

فرزندِ شمع جاتا ہے رہ گیا ہے محفل پر گرمئ محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

باقی ص ۱۲

بقیہ: مجید لاہوری

ان کے کسی ہم عصر میں نہ تھی۔ ان کی موت سے فی الواقعہ ایک بزم اجڑ گئی۔ ایک محفل جاتی رہی۔ ایک جگری دوست مر گیا ایک بے تکلف ٹھٹھا سا جاتا رہا۔

افسوس! انھوں نے اپنی قدر خود نہ کی۔ کراچی نے اپنی زندگی کے ایک خوشگوار قہقہہ کو خود ہی مار ڈالا۔ ایک لطیفہ ہمیشہ کے لئے تعزیت کا نشان ہوگیا —— آزادی کے بعد انھوں نے شراب شروع کی۔ آہستہ آہستہ یہ شراب ان کی گھٹی میں پڑ گئی حتیٰ کہ خون و شراب میں کوئی فرق نہ رہا۔

انفلوئنزا نے آ لی۔

قلب نے حرکت کرنے سے انکار کیا۔

آخر ایک شمع جس نے مزاح کے دیوان عام کو آراستہ کیا تھا گل ہو گئی — چالیس برس کی عمر میں وہ دوست اٹھ گیا جو قہقہوں کا صانع، پھبتیوں کا سوداگر، طنزوں کا پتلا اور دوستوں کا دوست بلکہ دشمنوں کا بھی دوست تھا۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت کریں۔

پھر کہاں دنیا میں ایسے ہم نشیں (چٹان لاہور)

بقیہ: آغا محمد طاہر

ہر سال ہندوستان سے پاکستان آتے اور لوٹ جاتے لیکن لسانی چونچلوں کے سوا کبھی سیاسی جھمیلوں میں قدم نہ رکھا۔ ایک دفعہ راقم الحروف نے کہا —— "آغا! وہاں کیا رکھا ہے، یہاں چلے آؤ۔" چپ سے ہوگئے پھر کہنے لگے۔

"آغا بھائی! وہاں بہت کچھ ہے۔ میں لیڈر نہیں کہ زندگی بھر کے ساتھیوں کو دغا دے آؤں۔ داد ابا کی دہلی چھوٹتی نہیں" کسی دوست نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے آغا! یہاں کیا رکھا ہے۔ یہاں تو..... ؟"

بات کاٹ لی۔

"نہیں بھائی خدا کا شکر کرو۔ یہ تمہارا اپنا ملک ہے۔"

(چٹان لاہور)

اردو اخبارات و رسائل مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات نے پارلیمنٹ میں جو معلومات فراہم کی ہیں اس کی رو سے ہندوستان کی کل زبانوں میں جملہ ۶۰۰۰ جرائد شائع ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ ہندی کے پھر انگریزی اور بنگالی کے ہیں۔ چوتھے درجے پر اردو کا نمبر ہے یعنی اردو کے ۵۸۴ اخبار شائع ہوتے ہیں۔

بقیہ: اردو دنیا

عجیب ہندی کی تائید میں ایک نظم پنجابی زبان میں اردو کے ایک مشہور اخبار میں شائع ہوئی ہے۔ تائید ہندی کی۔ زبان پنجابی اور رسم خط اردو ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس نظم کا مضمون اگرچہ کسی عنوان سے اردو دنیا کے کالموں میں نہیں آسکتا ہے۔ مگر ہے دلچسپ۔ شاعر نے ہندی کو سیتا جی سے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو راون سے تشبیہ دی ہے۔

تمہی بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے۔

اردو کے بغیر یہ خبر دلچسپی سے پڑھی جائے گی کہ پنجاب میں ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپل کمیٹیوں کے رائے دہندوں کی فہرستیں اردو میں ہیں اب انھیں پنجابی اور ہندی میں منتقل کرنے والے لوگ میسر نہیں آتے اس لئے انتخابات ملتوی کر دیے گئے ہیں

بہت سی ہندی پنجابی درخواستیں افسر نہیں پڑھ پاتے اور اردو میں درخواستوں کا چلن اٹھ گیا۔ اس لئے بہت سے کام رکے پڑے ہیں لوگ اور کارندے پریشان ہیں

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں؟

تلگو اردو ٹیچر ایس۔ این۔ غوث محی الدین صاحب ہندستانی لیکچرر کڈپہ (آندھرا) اطلاع دیتے ہیں کہ انھوں نے تلگو زبان کی مدد سے اردو قاعدہ بالکل آسان طریقے پر ترتیب دیا ہے۔ اس کا نام "تلگو اردو ٹیچر" رکھا گیا ہے۔ قیمت بھی کم ہے تاکہ ہر خاص و عام فائدہ اٹھا سکے۔ یہ کتاب صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو تلگو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔ یہ قاعدہ بغیر استاد کی مدد کے پڑھا جا سکتا ہے۔ اس سے بہت جلد اردو لکھنا پڑھنا آجائے گا۔

ماسٹر جی کا نیا مطالبہ ماسٹر تارا سنگھ نے فرمایا کہ ہندی والے اپنے تعصب اور تنگ دلی کی وجہ سے مقامی زبانوں کو دبانے کی فکر میں ہیں اس لئے میرا خیال اب یہ ہے کہ تمام ملک میں سرکاری زبان انگریزی ہونی چاہئے جو بین الاقوامی زبان ہے اور جس کی وجہ سے ملک میں اتحاد قائم رہ سکتا ہے۔ ٭

اردو کانفرنس

انجمن کی اردو کانفرنس منعقدہ ۳۰-۳۱ جولائی ۵۹ء میں شاخوں کی یہ رپورٹیں سنائی گئیں۔

یوپی حیات اللہ انصاری صاحب جنرل سکریٹری ریاستی شاخ نے یوپی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ابتدائی تعلیم کی طرف حکومت نے بہت کم توجہ کی ہے۔ بعض اضلاع میں کارروائی ہے۔ لیکن بعض اضلاع جیسے بنارس، بہرائچ اور گورکھپور میں باوجود کوششوں کے حکومت نے اردو میں ابتدائی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔ نصابی کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ درسی کتابیں اکثر نہیں ملتیں۔ وہ اول تو اتنی تعداد میں چھاپی نہیں جاتیں کہ آسانی سے فراہم ہو سکیں دوسرے جب چھپتی ہیں تو اغلاط سے پُر۔ اردو میں عدالتی کارروائی کے بارے میں حیات اللہ صاحب نے فرمایا کہ اکثر جگہ اردو میں فیصلے ناقابلِ قبول قرار دیئے گئے اور ایک واقعہ تو ایسا پیش آیا جبکہ ایک جگہ کی اردو میں عدالتی کارروائی کو ہائی کورٹ نے مسترد قرار دیا۔ یوپی میں شبینہ مدارس بھی قائم کئے گئے ہیں۔ لکھنؤ میں ان کی تعداد اس وقت پانچ ہے۔ ان مدارس سے پچھلے سال تقریباً ڈیڑھ سو طالب علم عورتیں اور مرد اور بچے پڑھ کر نکلے۔ ایک تجویز یوپی کی شاخ کے سامنے ان مدارس میں خاطرخواہ امتحانات قائم کرنا ہے آخر میں حیات اللہ صاحب نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ تنظیمی معاملات میں انجمن کی کارگزاری اتنی وقیع نہیں ہے جتنی کہ ہونا چاہیئے۔

راجستھان راجستھان کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے مولوی احترام الدین شاغل صاحب جنرل سکریٹری ریاستی شاخ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ پیشتر راجستھان کی اکثر ریاستوں کی سرکاری زبان اردو تھی۔ لیکن اب اردو کی تعلیم بیشتر ریاستوں سے خارج ہو چکی ہے پچھلے سال راجستھان میں انجمن ترقی اردو کی کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے شاغل صاحب نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ کانفرنس کی بعض سفارشات خاص طور پر اردو میں سرکاری اور عدالتی کارروائی والی تجویز جو گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدے داروں کی خدمت میں بھیجی گئی تھی اس کا کوئی معقول جواب نہیں ملا اور اکثر جوابات نفی میں تھے۔ انھوں نے اس بات پر بہت افسوس ظاہر کیا کہ اردو کی ایک قابل لحاظ آبادی ہوتے ہوئے بھی اردو سے بڑی ناانصافی ہو رہی ہے اور یہ ہماری جمہوری حکومت پر بدنما داغ ہے۔

پنجاب کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے جناب اوم پرکاش صاحب جنرل سکریٹری ریاستی شاخ نے فرمایا کہ اب صحیح معنوں میں کہیں جاکر انجمن ترقی اردو کی شاخ کی پنجاب میں تشکیل کا کام شروع ہوا ہے اس شاخ نے خاموش لیکن پرجوش جدوجہد اردو دشمنی کے خلاف شروع کر دی ہے۔ الیکشن میں خاص طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ پنجاب کی سب سے مقبول زبان اردو ہے۔ پنجاب کی شاخ کی طرف سے جو نمائندے وزیر اعلیٰ سے ملے ان کو وزیر اعلیٰ نے بتایا کہ عنقریب احکامات جاری کر دیئے جائیں گے کہ ضروری سرکاری کارروائی اردو میں بھی ہونے لگے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ انجمن کی شاخ نے ابھی کوئی مہم اس لئے شروع نہیں کی ہے کہ پنجاب کی طوفانی سیاست میں کہیں الجھ کر نہ رہ جائیں۔ حالات سازگار ہونے پر اردو کو سرکاری زبان بنوانے کی مہم شروع کی جائے۔

دہلی دہلی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے حمیدہ سلطان صاحبہ جنرل سکریٹری ریاستی شاخ کی طرف سے مولانا حفظ الرحمٰن نے فرمایا کہ سب سے بڑا مسئلہ جو اس وقت انجمن کو درپیش ہے وہ انجمن کی تنظیم کا مسئلہ ہے۔ تنظیمی امور کی طرف توجہ نہ دینے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ شاخ کی کارروائی اور اس کی کارکردگی کی رفتار کا کوئی اندازہ نہ ہوا۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس کمی کو جلد سے جلد پورا کیا جائے۔

بہار بہار کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے جناب غلام سرور جنرل سکریٹری ریاستی شاخ نے فرمایا کہ کام کی ترقی کے اعتبار سے بہار میں ہماری تحریک سب سے اچھی حالت میں ہے۔ بہار میں اس وقت ۸۷ شاخیں ہیں۔ اور ۱۵۰ اردو کے کتب خانے ہیں۔ شاخ کی کوشش سے پٹنہ میں ایک عربی اور فارسی کا تحقیقی ادارہ قائم ہوا ہے۔ جس کے مصارف کی رقم گورنمنٹ سے حاصل ہوئی اس کے علاوہ اردو میں رجسٹریشن ڈیپارٹمنٹ میں کاغذات قبول کرنا منظور کر لیا ہے۔

بمبئی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے شہاب الدین دسنوی صاحب نے فرمایا کہ بمبئی میں اردو کی یہ حالت ہے کہ ساری ریاست میں اردو پرائمری اسکول قائم ہیں۔ بمبئی شہر میں میونسپلٹی کے اسکولوں میں ۲۵ ہزار طالب علم اردو میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اردو کی بمبئی میں وہی حالت ہے جو مرہٹی اور گجراتی کی۔ دسنوی صاحب نے ایک تجویز پیش کی کہ بمبئی کا تجربہ یہ ہے کہ اگر تمام انجمنیں جو اردو کا کام کرتی ہیں آپس میں مل کر تقسیم کار کر لیں تو پوری تحریک کو تقویت پہنچتی ہے۔

(نوٹ) حیدرآباد کی انجمن کے جنرل سکریٹری اپنی شدید علالت کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے اور میسور سے بھی کوئی صاحب نہ پہنچ سکے اس لئے ان دو جگہوں کی شاخوں کی رپورٹ نہیں پیش ہو سکی۔

ہماری زبان کی سالانہ قیمت تین روپے ہے وی۔ پی
سے ۳ روپے ۱۲ آنے اور منی آرڈر سے ۳ روپے ۲ آنے صرف آتا ہے

لغت اور استعمال عام

الفاظ قسم اول جزو (الف)

(پیا سلسلہ گزشتہ سے)

(قسم اول جزو الف میں ایسے الفاظ شامل ہیں جن کی لغات میں دو حرکات درج ہیں لیکن اردو میں صرف ایک حرکت مستعمل ہے ان کو صرف مستعملہ حرکت ہی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے اور ان کی اصل حرکت کو قطعاً ترک کر دینا چاہیے مثلاً عنوان کہ در اصل بہ کسر و بہ فتح عین ہے۔ اردو میں صرف بضم عین مستعمل ہے۔ اس لئے اب اس کی حرکت اولیں ساقط ہیں اگر کوئی شخص اس کو بہ کسر عین استعمال کرے گا تو اردو کے اعتبار سے بالکل غلط ہوگا)

کفن لباسِ میت — عربی میں بہ فتح فا ہے۔ فارسی میں بہ سکون فا بھی استعمال ہوا ہے۔ "از لحدِ حیض خواہد کفن کند" (شفائی) اردو میں صرف بہ فتح فا ہے۔

نفرت ضد محبت — لغت میں بہ فتح و بہ کسر نون بہ ہر دو طور ہے اردو میں صرف بہ فتح نون مستعمل ہے۔

تیرہ تاریک — فارسی لغات میں اس کو عموماً بالفتح لکھا ہے۔ البتہ غیاث میں لکھا ہے کہ بالکسر شہرت دارد" اردو میں صرف بالکسر بولتے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے۔

ہجر جدائی — عربی میں بہ فتح ہا ہے۔ فارسی لغات میں بھی اس کا فتحہ مذکور ہے۔ نیز ایرانی شعراء نے اس کو ہمیشہ فجر وغیرہ کے قافیے میں استعمال کیا ہے۔ صرف صاحب ازدحت الخطا نے لکھا ہے کہ "اما از شیخے اہل ایران مسموع شود کہ محاورہ فصحائے پارس ہجر بالکسر است" اردو میں صرف بہ کسر ہا مستعمل ہے۔

یوسف پیغمبر معروف — لغات میں سین مفتوح، مکسور، مضموم تینوں طرح ہیں۔ لیکن اردو والے اس رنگا رنگی سے نا آشنا ہیں۔ وہ صرف بہ ضم سین بولتے ہیں۔

نثار نچھاور کرنا — عربی میں بہ کسر نون کے معنی ہیں نچھاور کرنا اور یہ مصدر ہے اور بہ ضم نون کے معنی ہیں وہ چیز جو نچھاور کی جائے (صراح) فارسی میں یہ صرف اسم مفعول کے معنی میں آتا ہے مصدر بنانے کے لئے کسی صلہ کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً نثار کردن۔ اردو میں فارسی ہی کے طریقہ پر صرف بالکسر آتا ہے۔

شمشاد سرو کی ایک قسم — فارسی لغات میں اس کی متعدد حرکات درج ہیں۔ خان آرزو نے بہ کسر اول لکھا ہے (حسب روایت غیاث) برہان جہانگیری فرہنگ ناصری میں بہ فتح و بہ کسر اول دونوں طرح لکھا ہے۔ بہار عجم میں صرف بالکسر لکھا ہے۔ اردو والے صرف بہ فتح شین استعمال کرتے ہیں۔

قلعہ معروف — قلع میں اصلاً لام ساکن ہے لیکن اردو میں عام طور پر لام کو مفتوح کر کے عین و ہا کو ساکن کر دیتے ہیں۔ لغت میں قاف مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ اردو میں صرف قاف مکسور و لام مفتوح مع عین و ہائے مخلوط مستعمل ہے۔ اور لغت والا تلفظ ہماری زبان پر بے حد گراں گزرتا ہے۔

کرشمہ معروف — فارسی لغات میں اس کو بہ کسر ہر دو حروف اول، بہ فتح اول و کسر ثانی، بہ فتح ہر دو حروف اول، تینوں طرح لکھا ہے۔ اردو میں صرف بہ تحتین درست ہے۔

درّہ کوڑا — عربی میں بہ کسر حرف اول تازیانہ کے معنی میں آتا ہے اور بہ ضم اول کے معنی ہیں "مروارید بزرگ" فارسی میں تازیانے کے معنی میں بہ ضم اول بولتے ہیں (بہار عجم) اردو میں بھی بہ ضم اول مستعمل ہے

دماغ .. — عربی میں بہ کسر دال ہے۔ فارسی میں دال مفتوح ہے (منتخب، بہار عجم) اردو میں صرف بہ کسر دال بولتے ہیں

رعشہ کپکپاہٹ نام مرض — عربی میں یہ مصدر بھی ہے اور اسم بھی یعنی اس کے معنی لرزیدن، اور لرزیدہ دونوں آتے ہیں اردو میں صرف اسم کے مفہوم میں بہ فتح حرف اول ہے

(باقی)

(بقیہ) ادب میں عقلیت پسندی

بابی خواہ ۔ نہیں کہا ہوگا کہ آؤ میں تم سے اولاد پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ انھیں بھی کچھ نہ کچھ ناز برداری کرنا پڑی ہوگی۔ اگر بھاشا والوں کا اظہار و بیان (جذبات سے عاری) اور گھن دینا ہے تو عقلیت پسندی کی توڑ توڑ اشاعت بھی تنگی بربریت سے کم نہیں پھر ایسی عقلیت پسندی کو ضابطہ تحریر ہی میں کیوں لایا جائے جب اسے کوئی پڑھنا ہی گوارا نہ کرے۔ ابھی کسی حقیقت پسند ادبی ڈکٹیٹر کا راج تو ہے نہیں کہ وہ بندش پر دفعہ ۱۴۴ عائد کر دے۔ آپ عوام تک اسی وقت رسائی حاصل کر سکتے ہیں جب آپ ان کے دلی گہرائیوں ان کے جذبات اور احساسات کو بیان کرنے کی قدرت حاصل کرلیں۔ آپ کے ڈرامہ اور کہانی میں اگر جذبات کے لئے دلچسپی اور کشش کا سامان نہیں ہے صرف دماغ کی ورزش کے لئے خشک عقلیت ہی ہے تو ہدایت کار اور اداکاروں کے سوا ہال میں کوئی دیکھنے والا نہ ہوگا۔ ہنسنا اور رونا بھی تو جذبات ہی کے انداز ہیں۔ عقل کیوں روئے؟ رونے سے مردہ جی نہ اٹھے گا اور ہنسے بھی کیوں؟ جو چیز ہاتھ آگئی ہے وہ ہنسنے سے زیادہ قیمتی نہ ہو جائے گی۔ ایسا ادب اگر امرت بھی ہو تو بھی پڑا پڑا بھاپ بن کر اڑ جائے گا۔ ادب میں زندگی کو تب و تاب دینے کی صلاحیت ہونا چاہئے۔ یہاں تک تو ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن عقلیت پسندی ہی یہ تب و تاب دے سکتی ہے جذبات یہ توانائی دے ہی نہیں سکتے یہ ہم نہیں مانتے۔ معیاری ادب وہ ہے جس میں عقل و جذبہ کا متوازن امتزاج ہو۔ عقل کے لئے فلسفہ ہے۔ علم ہے ۔۔۔ اور اس کی بادیہ پیمائی کے لئے یہ کہاں خطۂ ارض ہے کیا وہ ادب اور آرٹ میں بھی انسانی جذبات اور احساسات کو نہیں رہنے دینا چاہتی۔ (ہندی سے)

> ### اردو شعراء کے انتخابی سلسلے کی کتابیں
>
> ۱۔ فیض ۲۔ مجروح ۳۔ احمد ندیم قاسمی ۴۔ مجاز
> ۵۔ مخدوم ۶۔ وجد ۷۔ اختر انصاری ۸۔ شاد عارفی
> ۹۔ جوش ملیح آبادی ۱۰۔ اختر شیرانی ۱۱۔ عرش ملسیانی
> (ہر انتخاب کی قیمت بارہ آنے)
>
> **انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ**

کتابیں ملیں

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں۔

۱۔ آندھرا پردیش کی صنعتیں
۲۔ آندھرا پردیش میں قبائلی فلاح و بہبود
۳۔ آندھرا پردیش میں آب پاشی اور برقی پروجکٹ
۴۔ آندھرا پردیش کی جاندار دولت ۔ مویشی۔
۵۔ آندھرا پردیش میں غذائی پیداوار
۶۔ آندھرا پردیش کی دستکاری

ناشر: محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ ۔ حیدرآباد

حجم $\frac{۲۲×۱۸}{۸}$ ۔ کاغذ ۔ اچھا

اسلام کا سیاسی نظام مصنف مولانا محمد اسحٰق سندیلوی

ناشر ۔ مکتبہ دار المصنفین ۔ اعظم گڑھ

حجم $\frac{۲۲×۱۸}{۸}$ ۔ کاغذ عمدہ ۔ صفحات ۳۱۱

ہمارا دوسرا پنچ سالہ پلان

ناشر: پبلیکیشنز ڈویژن ۔ دہلی

حجم $\frac{۲۲×۱۸}{۸}$ صفحات ۸۸ قیمت چھ آنے

کاغذ ۔ اچھا

میر تقی میر کے اشعار کا انتخاب (ہندی)

ناشر: یونائیٹڈ پبلشنگ ہاؤس ۔ بمبئی

حجم $\frac{۲۰×۳۰}{۱۶}$ صفحات ۶۳۰ ۔ کاغذ اچھا

قیمت ۵۰ نئے پیسے

> ### انجمن کی چند اہم مطبوعات
>
> ۱۔ اردو ہندی ڈکشنری مرتبہ انجمن قیمت ۳/- روپے
> ۲۔ باپو کے قدموں میں ڈاکٹر راجندر پرشاد " ۱۵/- "
> ۳۔ سیاسیات کے اصول حصہ اول یار دین خاں تحوانی " ۴/- "
> ۴۔ " " حصہ دوم " ۲/- "
> ۵۔ " " حصہ سوم " ۱/- "
> ۶۔ کاروان معیشت نجم الدین شکیب " ۶/۸ "
> ۷۔ انتخاب جذبی آل احمد سرور " ۳/- "
> ۸۔ مرقع افغان ابرار حسین فاروقی " ۳/۳ "
>
> **انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ**

[illegible]